بسم اللہ الرحمن الرحیم
کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں
اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ
کا
ایمان افروز سوانحی خاکہ
نائبِ غوث
ازقلم
محمد حنیف ازہر
ناشر
مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال فون ۲۶۸۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ
کا
ایمان افروز سوانحی خاکہ

نائبِ غوث

ازقلم

محمد حنیف ازہر

ناشر

مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال فون ۲۶۸۵

نام کتاب ———— نائب غوث

مصنف ———— محمد حنیف ازھر

سائز ———— ۲۳ × ۱۸ / ۸

ضخامت ———— ۲، صفحات

بار ———— تعداد ایک ہزار

ناشر ———— مکتبۂ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

طابع ———— محمد انور خان

مطبع ———— ساہیوال پرنٹنگ پریس پاشا سٹریٹ ساہیوال

کتابت ———— جبار طارق خوشنویس ساہیوال

قیمت ————

کتاب کے ملنے کے پتے

۱۔ ذوقیہ شہیدیہ کتب خانہ بیرون درگاہ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنجشکر علیہ الرحمۃ پاکپتن شریف

۲۔ مکتبۂ فریدیہ۔ جناح روڈ دہائی سٹریٹ ساہیوال۔

۳۔ نورانی بک ڈپو۔ چوک جادہ۔ جہلم۔

۴۔ ہاشمی بک ڈپو۔ لوئر بازار مظفرآباد۔ آزاد کشمیر۔

۵۔ رضا پبلیکیشنز۔ مین بازار داتا دربار۔ لاہور

۶۔ مکتبۂ حامدیہ۔ داتا گنج بخش روڈ۔ لاہور۔

۷۔ شاہ بک سٹور لیاقت بازار پشاور صدر۔

انتساب

احقر اپنی اس ناچیز کاوش کو

استاذی و مکرمی و مخدومی حکیم اہلِ سنّت رئیس المحققین حضرت مولانا

حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی
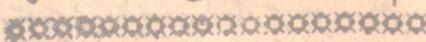
کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے

جن کی محنت و کوشش سے تمام عالمِ اسلام میں

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ کی ذات بابرکات متعارف ہوئی۔

نیاز کیش

محمد حنیف ازہر

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

امام اہلسنّت مجدد و ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف
بیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منوّر کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلّا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

تیرے تو وصفِ عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ انکے ثناخواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

جب ہندوستان میں دو قومی نظریہ کا نعرہ بلند ہوا۔ تو ہندوؤں اور انگریزوں کے اس خطرناک منصوبہ کے مہلک نتائج کو پہلے ہی مرحلے میں جس عالم ربانی نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف آواز اٹھائی وہ عظیم شخصیت امام اہل سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ ہی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے۔ مگر دوسری ابھی بند ہے۔ مسلمانوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ یعنی انگریزوں سے مخالفت والی آنکھ کھلی ہے۔ لیکن ہندوؤں سے دلی محبت رکھنا۔ یوں سمجھو کہ دوسری آنکھ ابھی بند ہے۔

"ندوہ اور دیوبند کے علماء نے ایک مرتبہ پٹنہ کے ایک جلسہ میں انگریز سرکار کی تعریف میں یہ الفاظ کہہ دیئے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس وقت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ ہی تھے جنہوں نے سختی سے ردّ فرمایا۔ پھر آپ نے پٹنہ میں سنّی کانفرنس ۱۸۹۷ء کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ تم لوگوں نے دیکھا کہ یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے جذبات کی۔ کیسے کیسے شریعت مطہرہ کو بدلتے مسلتے پاؤں کے نیچے کچلتے اور پھر خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ بلا مبالغہ ان لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔"[1]

[1] ہفت روزہ الہام بہاولپور

چنانچہ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس بیان نے مسلمانان ہند کی بروقت راہنمائی فرمائی۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ملک بھر میں دو قومی نظریہ کی حمایت اور ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی اور یہ کہنا درست ہے کہ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں نے ۱۸۹۷ء میں دو قومی نظریے کا جو تصور پیش کیا اور ہندو مسلم اتحاد کے بطلان پر جو بیان دیا تھا۔ اس کی روشنی میں ڈاکٹر علامہ اقبال، چوہدری رحمت علی اور قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت پاکستان کا مطالبہ پیش کیا۔ جس کے حصول کے لئے علمائے کرام و مشائخ عظام اور عوام اہلسنت و دیگر لوگوں نے جان کی بازی لگا دی۔ اور اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔

"اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو بے حد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جس سے آپ کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ لوگ آپ کے نام کے ساتھ حافظ بھی لکھتے اور پکارتے تھے۔ فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ ان کا یہ حسن ظن غلط ثابت ہو اس لئے آپ نے اسی دن سے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک پارہ روزانہ یاد فرما لیتے۔ اسی طرح آپ نے ایک ماہ میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا۔"[۱]

آپ کے بارہ میں حضرت مولانا سید محمد جیلانی محامد مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ خداداد صلاحیتوں نے چودہ سال کی عمر میں ۱۸۶۹ء میں مسند افتاء کا ذمہ دار بنایا۔ ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ جہاں علمائے حرمین طیبین نے سند حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے نوازا۔ دوسری بار ۱۹۰۵ء میں حج و زیارت مدینہ منورہ کو گئے جہاں سے مکہ مکرمہ میں آٹھ گھنٹے کے اندر کتاب "الدولۃ المکیہ" تصنیف فرمائی جسے دیکھ کر علمائے حرمین نے اپنا امام تسلیم کیا۔ اسی سفر میں ہندوستان کے چند علمائے سوء کی دریدہ ذہنوں

[۱] ماہنامہ الفرید ساہیوال (اعلحضرت نمبر)

پر علمائے عرب سے آخری فیصلہ لیا جسے "حسام الحرمین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں قرآن پاک کا ترجمہ کنز الایمان تصنیف کیا۔ ۱۹۲۱ء میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۱۸۵۶ء سے لیکر ۱۹۲۱ء تک ۶۵ سالہ حیات میں امام احمد رضا نے ۶۵ علوم وفنون پر ایک ہزار سے زائد کتب و رسالے تصنیف فرمائے۔ عشق و ایمان سے بھرپور ترجمہ قرآن پاک دیا۔ ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ "فتاویٰ رضویہ" کی شکل میں عنایت فرمایا۔

اگر ہم ان کی علمی تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر پانچ گھنٹے میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ ایک کتاب ہمیں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا۔ وہ اعلیحضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمۃ نے تن تنہا انجام دیکر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے ہیں۔

ایک جگہ اپنی تصنیف حدائق بخشش میں فرماتے ہیں ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان بچانے کے لئے احمد رضا بریلوی نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعۂ نجات قرار دیکر جس اہتمام اور خلوص کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ان کے علاوہ ان کے عظیم کارناموں اور ان کی دینی و ملی خدمات کسی سے مخفی نہیں۔ ہمیشہ قوم ہی اپنے اکابرین کے کارناموں اور ان کی شخصیتوں کو سامنے لاتی ہے۔ اور پھر ان مردانِ خدا سے دلی محبت و عقیدت رکھنے والے ہی یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

مجھے بہت ہی روحانی خوشی ہوئی ہے کہ میرے برادرِ محترم جناب محمد حنیف ازہر صاحب نے یہ کام سرانجام دینے کے لئے ایک کتاب "نائب غوث" لکھکر اپنی ذمہ داری کا پورا پورا ثبوت پیش کر کے بڑے بڑے علماء کرام اور مؤرخین اہلسنت کی توجہ اس طرف دلائی ہے۔ کہ امام اہلسنت جیسی عظیم شخصیت پر لکھنے کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ کچھ ایسی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جو دیکھنے میں بہت خوبصورت اور بہترین طباعت وکتابت سے آراستہ ہیں مگر ضخیم اتنی ہیں کہ انہیں عام آدمی ہیں خریدنے کی سکت نہیں ہے۔ زیر نظر کتاب "نائبِ غوث" اعلحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر لکھی گئی ہے۔ جسے واجبی قیمت پر مکتبہ نظامیہ ساہیوال نے بڑے اچھے انداز میں پیش کر کے عام لوگوں تک پہنچانے میں ایک اہم دینی فریضہ انجام دیا ہے۔

چونکہ اراکین مکتبۂ نظامیہ ساہیوال مسلکِ اہلسنت سے تعارف کرانے کے لئے سستی اور معیاری دینی کتابیں شائع کرنے کی غرض سے معرض وجود میں آیا ہے اس لئے عوام سے التماس ہے کہ وہ اپنے اس محبوب ادارہ سے دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون کرنے میں فراخ دلی کا ثبوت دیں۔

آخر میں فاضل مصنف جناب محمد حنیف ازہر صاحب سے بھی توقع رکھی جاتی ہے۔ کہ وہ آئندہ اسی طرح اپنے رشحاتِ قلم سے مسلکِ اہل سنت کی خدمت سرانجام دیتے رہیں گے۔

صلے اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وعلماء امتہ اجمعین

فقط والسلام

محتاج کرم سائیں نذیر حسین الفریدی

۰۳۱ آزاد کشمیر رجمنٹ

۸ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ ہجری

منقبت

بحضورِ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جہانِ عشق کے روحِ رواں احمد رضا خاں ہیں
رہِ حق کے امیرِ کارواں احمد رضا خاں ہیں

شہِ جیلاں کے نائب، سرورِ کونین کے عاشق
عدو کے واسطے شیرِ ژیاں احمد رضا خاں ہیں

رگ و ریشہ میں اِن کے موجزن عشقِ محمد ہے
نبی کی نعت میں رطب اللساں احمد رضا خاں ہیں

مجدّد بھی، محدّث بھی، مفکّر بھی، مفسّر بھی
ہمارے پیشوا فخرِ زماں احمد رضا خاں ہیں

ریاضی، فلسفہ، تاریخ و منطق کے شناسا ہیں
امیرِ محفلِ نکتہ وراں احمد رضا خاں ہیں

وہ ہیں کشافِ اسرارِ علوم دین و دنیا ہیں
کہ ناموسِ نبی کے پاسباں احمد رضا خاں ہیں

نگاہوں میں ہے ان کی شخصیت کا احترام اب تک
دِلوں کی سلطنت کے حکمراں احمد رضا خاں ہیں

رسول اللہ سے محمودؔ الفت اصلِ ایمان ہے
محبت کے حقیقی ترجماں احمد رضا خاں ہیں

راجا رشید محمود ایم۔ اے لاہور

نذرانۂ عقیدت

بحضور مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ

اوجِ مہرِ حضرتِ احمد رضا پائندہ باد
ضوفشاں ہے لمحہ شمعِ ہدیٰ پائندہ باد

وارثِ علمِ پیمبر، نائبِ غوث الوریٰ
محی الدین و فخرِ ملّت، مرحبا پائندہ باد

اے علمبردارِ حق، اے ناصرِ دینِ متین
اے فداکارِ محمد مصطفیٰ پائندہ باد

مصطفیٰ کی آن پر سب کچھ نچھاور کر دیا
ہو گئے مشہور عبدِ مصطفیٰ پائندہ باد

ترجمہ قرآں کا لکھ کر کنزِ ایماں کر دیا
اے مفسّرِ واقفِ رازِ خدا پائندہ باد

علم و عرفاں کے خزانے ہیں رسائل آپ کے
جن کا اک اک حرف دُرِّ بے بہا پائندہ باد

سو رہے ہیں اہلسنّت سیدی احمد رضا
ان کے حق میں کر دعا بہرِ خدا پائندہ باد

کلکِ اختر کی کرشمہ کاریوں کو دیکھ کر
کہتے ہیں اہلِ نظر فیضِ رضا پائندہ باد

مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری مظہری
لاہور
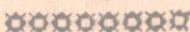
منقبت

☼☼☼☼☼☼☼☼☼

بحضور اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ

زمانہ کے سلطان ہیں اعلیٰ حضرت
اک شمع فیضان ہیں اعلیٰ حضرت

حقیقت شناسا، شریعت سے واقف
طریقت کے عرفان ہیں، اعلیٰ حضرت

معطّر معطّر ہے خوشبو سے عالم
بہارِ گلستان ہیں، اعلیٰ حضرت

جمال نبی اور جلال علی ہیں
اخوت کا عنوان ہیں، اعلیٰ حضرت

وہ کامل ہوا جس پر ڈالیں نگاہیں
کہ یوں نور افشاں ہیں، اعلیٰ حضرت

ہمیں مشکلوں کا نہیں خوف کوئی
ہمارے نگہبان ہیں، اعلیٰ حضرت

وہیں پر ازہرؔ ضیاء پاشیاں ہیں
جہاں بھی فروزاں ہیں اعلیٰ حضرت

از: محمد حنیف ازہرؔ ۔ لاہور

عرضِ مؤلف

کچھ لکھنے سے پہلے اس خالق حقیقی کا شکریہ واجب ہے جس نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی اور جس نے اپنے گوناگوں انعامات سے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا حق الامکان خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کے بعد کروڑوں درود اور لاکھوں سلام اُس ذاتِ بابرکات پر جو باعث تخلیقِ کائنات بنی اور وہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مصداقِ اعظم ہے۔ سینکڑوں رحمتیں ان نفوسِ قدسیہ پر جو صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے بعد اولیاء اللہ کا درجہ ہے۔ ان اولیاء اللہ نے اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے قوم و ملت کی اصلاح فرمائی۔ کتاب ہذا "نائب غوث" ایک صاحب کمال ولی اللہ اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے حالات اور کارہائے نمایاں پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے چودھویں صدی ہجری میں تجدید دین کا فریضہ ادا کیا۔ اور تا زندگی حق و صداقت کا پرچم بلند رکھا۔ اور بلا خوف و خطر باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ ان کی جد و جہد سے ایک عظیم آزاد مملکت (پاکستان) کا قیام عمل میں آیا اور جن کے عظیم کارنامے قیامت تک کے لئے مشعل راہ ہیں۔

عاجز کی کیا ہستی ہے کہ ایک جلیل القدر ولی اللہ، مبلّغ اعظم، عالم باعمل، مجسمہ رشد و ہدایت، عاشق رسول، مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی سیرت پاک لکھوں۔ مجھے اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ کی کرم بخشی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے

کہ مجھ جیسے روسیاہ، علمِ معرفت و روحانیت سے محروم انسان سے اپنے حالات قلم بند کرواکر فیضان سے نوازا۔ یہ تالیف بندہ کی طرف سے محض محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔

تالیف ھذا "نائبِ غوث" اس سے قبل نہایت مختصر صورت میں "انجمن خدام اعلحضرت لاہور چھاؤنی کی جانب سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن بعض دوستوں کے بار بار اصرار پر (خصوصاً مولانا نذیر حسین الفریدی صاحب) میں نے اس میں ضروری اضافات کر دیئے اور اب اسی نام سے آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

یہ بندہ کی اوّلین کوشش ہے اس لئے صاحبانِ علم و دانش سے پرخلوص گزارش ہے کہ اگر ان کی نگاہ میں کوئی چیز صحت کے خلاف نظر آئے یا وہ سوانح نگاری کے معیار پر پوری نہ اُترتی ہو اس سے بندہ کو مطلع فرمائیں اور اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ضروری اضافات کئے جا سکیں۔

میں اپنی اس حقیر کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ تو بہرطور آپ کو کرنا ہے۔ میری طرف سے تو ؎

یہ نذرانہ سمجھ لے یا جگر کے زخم اے ہمدم
عقیدت کے حسیں پھولوں کی دُنیا لے کے آیا ہوں

بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں "نائبِ غوث" کی صورت میں یہ حقیر نذرانہ پیش کرنے کا جو شرف حاصل کر رہا ہوں یہ محض استاذی حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، کے فیض نظر، تربیت اور حوصلہ افزائی کے باعث ہے۔ ان کی عالمانہ اور محققانہ رہنمائی میرے لئے نشانِ راہ ہی نہیں نشانِ منزل بھی ہے۔ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی عالی ظرف شخصیت کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

اس موقعہ پر اپنے محترم مولانا نذیر حسین الفریدی صاحب کی سپاس گزاری کے لئے

الفاظ نہیں پاتا کہ موصوف نے باوجود عدیم الفرصتی نہ صرف "مقدمہ" تحریر فرمایا بلکہ اس کی ترتیب و تدوین میں بھی بندہ کا ساتھ دیا۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب اختر شاہجہانپوری، محترم راجا رشید محمود صاحب ایم۔اے جناب محمد نعیم صاحب طاہر، مولانا قاسم آرضوی صاحب، جناب محمد ہارون خان صاحب لاہوری، جناب محمد فاروق صاحب بھٹی اور جناب قاضی صلاح الدین صاحب قادری کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ ان حضرات نے مقدور بھر تعاون فرمایا۔

یہ نامناسب ہوگا کہ اپنے استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد اشرف صاحب نقشبندی مدظلہٗ کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جن کی دعائیں ہر مشکل حالات میں میرے شامل حال رہی ہیں۔

اس کے علاوہ میں ان تمام مؤلفین و مصنفین کا شکر گزار ہوں جنکی تالیفات و تصنیفات سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ "مکتبہ نظامیہ ساہیوال" کے اربابِ کمال کا بھی ممنون ہوں کہ جنہوں نے زرکثیر صرف کیا اور اس کتاب کو منظرِ عام پر لائے۔

میں محبِ وطن تاریخ دانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ نہایت دیانتداری سے تحریک پاکستان اور دو قومی نظریہ پر تحقیقی کام کریں اور اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی عظیم شخصیت ان کے کردار اور کارناموں کو تعلیمی نصاب میں شامل کریں تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے یہ مشعل راہ کا کام دے سکے۔

آخر میں مالکِ ارض و سما کی بارگاہ میں دستِ بدعا ہوں کہ وہ اس کتاب کو قبولیتِ عامہ کا شرف بخشے اور اسے راقم الحروف کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔

آمین بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خاکپائے ابرار
محمد حنیف ازہر
خراس محلہ صدر لاہور چھاؤنی

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۹۹ھ
۱۵ر دسمبر ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نائبِ غوث

از : محمد حنیف ازہر

یوں تو برصغیر پاک و ہند میں بہت سے اولیائے کرام، صالحین، علمائے دین تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اگر ہم ان کی حیاتِ طیبہ کا مکمل مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی خدمات بے شمار اور عظیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ملتِ اسلامیہ پر بڑا احسان ہے کہ جب کبھی سفینۂ اسلام بھنور میں پھنسا، ذاتِ باری تعالیٰ نے اس کی سالمیت وحفاظت کے لئے پورا پورا اہتمام کیا۔ اور جب کبھی امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مصیبتوں اور تکلیفوں نے آگھیرا خداوند قدوس نے ان کی رہائی اور چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت، صالحین، مجتہدین، بزرگانِ دین اور علماء کرام سے کراتا رہا ہے۔ جنہوں نے دین مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آپ چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو ملتِ اسلامیہ کے مستقم رہنما صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام، آئمہ کرام بزرگانِ اسلام اور علماء کرام ہی نظر آئیں گے۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو جن صوفیائے کرام، صالحین، بزرگانِ دین نے خدمات انجام دیں ان میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، بابا فریدالدین مسعود گنج شکر، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی اور حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہا قابلِ ذکر ہیں۔

دورِ آخر کے بزرگانِ دین میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کو بھی ایک مقام حاصل ہے۔ انھوں نے برصغیر میں دینِ مصطفیٰ کے فروغ کے لئے جو گراں بہا خدمات اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ پاک وہند کی تاریخ کا ایک زرّیں باب ہیں۔ وہ اس دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب مغلیہ سلطنت کو زوال آچکا تھا اور انگریز ہندوستان پر مکمل طور پر قابض ہو چکے تھے۔ انہیں شعورِ زندگی اس وقت حاصل ہوا جب ہندوستانی مسلمان انگریزوں کے نرغے میں پھنسے تھے۔ مذہبی قدریں زوال پذیر تھیں۔ بد مذہبی و لادینی کا دور دورہ تھا۔ فرق باطلہ ہندوستان بھر میں اپنے آہنی پنجہ پیوست کرنے کی ہر ممکن وغیر ممکن کوششوں میں مبتلا تھا۔ مذہب کا سیلاب اور شتم رسالت کا طوفان برپا تھا۔ اسلامی زندگی کا ہر پہلو مجروح ہو رہا تھا۔ مذہب کے رہنما یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اب کیا حشر ہو گا؟

اس سلسلے میں ملتِ اسلامیہ کے سچے اور مخلص رہنماؤں نے اپنے مخصوص اندازوں میں قوم کو جھنجوڑتے، انہیں ماضی کی ایک جھلک دکھلانے و بیدار کرنے کی حتی المقدور کوششیں کیں مگر حالات بدستور بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اور کفر وضلالت اور بد مذہبی ولادینی کی تاریک گھٹاؤں نے ہر طرف ڈیرے ڈالنے شروع کر دیئے۔ ایسے نازک اور پُر آشوب دَور میں امام احمد رضا بریلوی نے اسلام وناموسِ رسالت کے تحفظ وبقا کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور مسلمانوں کی بے دریغ اور بے لوث خدمات انجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔

حضرت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے مسلمانانِ ہند میں عشقِ مصطفیٰ کی شمع فروزاں کی۔ ان کی رائے میں ہندو انگریز سازشوں سے نجات پانے کا ایک ہی ذریعہ تھا کہ مسلمان اپنی تمام تر توجہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر مرکوز

کردیں تاکہ دینِ اسلام کے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود امتِ محمدیہ کی روحانیت اور للہیت باقی رہ سکے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فرزندانِ توحید کا اگر حقیقی تعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوجائے تو حبیبِ خدا کے صدقہ میں دنیا کی کوئی طاقت بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر سفینۂ ملت کو حوادث سے محفوظ رکھنا ہے تو واحد راستہ یہی ہے کہ ہر مسلمان اپنے دل میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بیدار کرے اور ان کی سنت اپنانے کی کوشش کرے۔

ولادتِ باسعادت

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی ولادتِ باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بوقت ظہر بریلی شریف (یو۔پی) کے محلہ جسولی میں ہوئی۔ یعنی آپ انقلاب ۱۸۵۷ء سے ایک سال قبل اس دنیا میں تشریف لائے۔

آپ کا اسم گرامی "محمد" رکھا گیا۔ والدہ ماجدہ محبت وشفقت میں "امن میاں" کی اور والد ماجد اور دیگر اعزہ "احمد میاں" کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خان قدس سرہٗ نے "احمد رضا" تجویز فرمایا۔ آپ نے خود اپنے نام کے شروع میں "عبد المصطفیٰ" کا اضافہ فرمایا جس سے حضور رحمۃ للعالمین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ قویہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں فرماتے ہیں ؎

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو، تو ہے عبد المصطفیٰ

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

آپ کا تاریخی نام "المختار" ۱۲۷۲ھ ہے ۔ خود آپ نے اپنا سنِ ولادت اس آیۂ کریمہ سے نکالا ہے اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ۱۲ ھ ۷۲

ترجمہ: "وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ خود فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ منقش ہوگا۔

آباؤ اجداد

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد قندھار کے باعظمت قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ وہ شاہانِ مغلیہ کے دور میں لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید اللہ خان صاحب ششش ہزاری منصب پر فائز تھے اور شجاعت جنگ آپ کا خطاب تھا۔ ان کے صاحبزادے سعادت یار خان صاحب کو حکومت کی طرف سے ایک مہم سر کرنے کے لئے بریلی روہیل کھنڈ بھیجا گیا۔ فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبیدار بنانے کا شاہی فرمان آیا۔ لیکن وہ ایسے وقت آیا جبکہ وہ بسترِ مرگ پر تھے۔

حسب ونسب

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے: مولانا عبد المصطفیٰ احمد رضا

خان ابن مولانا نقی علی خان ابن حضرت مولانا رضا علی خان ابن مولانا حافظ محمد کاظم علی خان ابن مولانا شاہ محمد اعظم خان ابن مولانا محمد سعادت یار خان ابن مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان اور جد امجد مولانا رضا علی خان جو اپنے زمانے میں متحدہ ہندوستان میں معروف عالم دین اور بلند پایہ مفتی اور صاحبِ دل تھے۔ فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان دونوں بزرگوں کا ذکر اپنے نعتیہ کلام میں اس طرح کیا ہے ؎

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا شاہ نقی علی خان سے حاصل کی۔ چار برس کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ اور چھ سال ہی کے تھے کہ ماہ ربیع الاول میں منبر رسول پر بیٹھ کر بہت بڑے مجمع میں میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے موضوع پر تقریر فرمائی جس میں کم و بیش دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے کہ سامعین حیران رہ گئے۔

آپ نے صرف و نحو کی کتابیں مولانا غلام قادر بیگ سے پڑھیں پھر تمام علوم و فنون اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے حاصل کئے۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت حاصل کر کے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سندِ فراغت حاصل کی اور دستارِ فضیلت زیبِ سر فرمائی۔

فتویٰ نویسی

آپ کے والد ماجد نے تعلیم سے فارغ ہوتے ہی فتویٰ نویسی کی خدمت آپ

کے سپرد کردی تھی۔ آپ نے پہلا فتویٰ دستار بندی کے اگلے روز ۱۵ شعبان ۱۲۸۶ھ کو لکھا۔ اس کے بعد آخری دم تک فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "فتاویٰ رضویہ" آپ کا بلند پایہ شاہکار ہے اور بارہ ضخیم جلدوں میں ہے جو فقہ حنفی کا نہایت تحقیقی جامع اور قابلِ قدر ذخیرہ ہے۔ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل اس فتاویٰ کے چند اوراق دیکھ کر مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل نے فرمایا تھا۔ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام ابو حنیفہ ان فتووں کو دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی۔"

بے نظیر حافظہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بے مثل ذہانت اور بے نظیر حافظے کے کمالات اتنے ہیں کہ انہیں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ مولانا حسین احسان ابتدائی تعلیم میں آپ کے ہم سبق تھے۔ ان کی روایت ہے کہ "شروع ہی سے ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی سے زیادہ کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر یاد کر کے سنا دیا کرتے۔"

آپ کی قوّتِ حافظہ کا اندازہ اس طرح بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے افتاء وغیرہ کی مشغولیت کے باوجود صرف ایک ماہ میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ بعض لوگ آپ کے نام کے ساتھ حافظ کا لفظ لکھ دیا کرتے تھے۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ ان بندگانِ خدا کا کہنا غلط نہ ہو ہمیں قرآنِ پاک یاد ہی کر لینا چاہیئے چنانچہ رمضان المبارک میں عشاء کے بعد تراویح میں حافظ صاحب سے پارہ سُن کر دور فرما لیتے اس طرح رمضان شریف کے تیس دنوں میں پورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام بھی تھا اور حافظے کی کرامت بھی۔

اگر کوئی باآوازِ بلند قرآن پاک پڑھ رہا ہوتا اور اعراب کی غلطی کرتا تو آپ کتنے

ہی مصروف کیوں نہ ہوتے اسے فوراً ٹوک دیتے تھے اور اصلاح فرما کر یہ بھی بتا دیتے کہ وہ کس پارے کے کس رکوع کی کس آیت کے کس لفظ پر لغزش کا شکار ہوا ہے۔

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شدید بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے کام کاج کرنے سے منع فرما دیا۔ آپ نے وعدہ فرما لیا۔ لیکن جب کوئی فتویٰ آتا تو آپ شاگردوں سے کہتے کہ فلاں الماری میں فلاں کتاب کے فلاں صفحے کی فلاں سطر سے فلاں سطر تک اس کا جواب تحریر ہے اسے نقل کر دو۔ غرض کہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں عام لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

علوم و فنون اور اس میں آپ کا مقام

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے علوم درسیہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی بھی تحصیل فرمائی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی کے بغیر آپ نے اپنی خداداد ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد تقریباً ۵۴ ہے۔ کئی فن اس میں ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محققین اور عالم انہیں جاننا تو در کنار شاید ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے علوم و فنون کی فہرست ملاحظہ فرمائیے:

علم قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، جدل، تفسیر عقائد، کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، منطق، بدیع، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر ہیئت، ریاضی، ہندسہ، قرأۃ، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال سیر، تاریخ، لغت، ادب، ارثماطیقی، جبر و مقابلہ، حساب سینی، لوگارثمات

توقیت، مناظر و مرایا، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیئت جدیدہ، مربعات، جفر، زائرچہ ان تمام علوم فنون کے علاوہ علم الفرائض، عروض وقوافی، اوفاق، نجوم، فنِ تاریخ، (اعداد) نظم ونثر فارسی، نظم ونثر ہندی، خط نسخ، خط نستعلیق میں بھی کمال حاصل کیا۔

ممتاز ادیب جناب مقبول جہانگیر کا کہنا ہے کہ: ”ان علوم کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا تھے اور یہ واقعہ ہے کہ عالمِ اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اعلیٰ حضرت کا ان علوم میں ہم پلّہ یا مدِ مقابل ہو۔“ (اعلیٰ حضرت بریلوی ص۱۰)

مندرجہ بالا تمام علوم کے علاوہ آپ سائنسی مضامین سے بھی کماحقہ واقفیت رکھتے تھے خاص طور پر علم ریاضی میں تو آپ کو کمال ملکہ حاصل تھا۔ ریاضی یا الجبرا کا کیسا ہی مشکل سوال کیوں نہ ہوتا آپ اسے چند منٹوں میں حل کر دیتے۔

چنانچہ جب برصغیر کے عظیم ریاضی دان اور علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین جو کہ علوم ریاضیہ میں کمال رکھتے تھے۔ اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کو ایک مسئلے میں مشکل درپیش آئی۔ اور اس کے حل کے لئے جرمنی جانے کا قصد کیا۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب اس زمانے میں یونیورسٹی میں شعبہ دینیات کے ناظم تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دن ان سے اس مسئلے کا تذکرہ کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جائیے اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجئے۔ وہ اسے ضرور حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے حیران ہو کر کہا مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں کہاں کہاں تعلیم پا کر آیا ہوں لیکن یہ مسئلہ حل نہ کر سکا اور مولانا احمد رضا جنہوں نے کبھی یورپ کا تصور تک نہ کیا۔ وہ کیونکر اس مسئلہ کو حل کر

سکیں گے۔ لیکن مولانا سلیمان اشرف نے انہیں مجبور کیا تو ڈاکٹر صاحب حضرت سلیمان اشرف کی معیت میں بریلی شریف پہنچے۔ مزاج شریف کے بعد اعلیٰ حضرت نے آنے کا قصد دریافت کیا تو انہوں نے ریاضی کا مسئلہ پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ جواب سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کو حیرت کا سکتہ ہو گیا بے ساختہ بول اٹھے سنا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہاں اعلیٰ حضرت کا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر مثلثوں اور دائروں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ نہایت استعجاب سے دیکھا اور فرمایا کہ میں نے یہ علم حاصل کرنے کے لئے ملک ملک سفر کیا اور صعوبتیں برداشت کیں۔ یورپین استادوں کی جوتیاں سیدھی کیں۔ مگر جو کچھ آپ جانتے ہیں اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا یہ تو فرمایئے کہ اس فن میں آپ کا استاد کون ہے؟

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا! میرا کوئی استاد نہیں، میں نے اپنے والد ماجد سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم اس لئے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ پیارے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں اپنے مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کرم ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین پر اعلیٰحضرت کی جلالت علمی اور اعلیٰ اخلاق کا ایسا اثر ہوا کہ بریلی سے علی گڑھ آتے ہی انہوں نے داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے بھی پابند ہو گئے۔ واپسی پر انہوں نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ کہا کہ وہ جب

ہمارے ملک میں معقولات کا ایک ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جاکر جو کچھ سیکھا وقت ضائع کیا۔"

علم ہیئت و توقیت، نجوم و جفر، علم تکسیر اور فن تاریخ گوئی میں اعلحضرت کو ایسی دست گاہ حاصل تھی کہ بیرونی ممالک سے علماء یہ علوم سیکھنے آپ کے پاس آتے۔

بے شمار علوم و فنون میں آپ کی مہارت حد ایجاد کو پہنچ گئی تھی ۔ مولوی رحمٰن علی صاحب تذکرہ علمائے ہند آپ کی ایک کتاب کا تذکرہ کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

"اگر پیش ازیں کتابی دریں فن نیافتہ شود، پس رامصنف راموجد تصنیف ہذامی تواں گفت" (اگر اس فن میں اور کوئی کتاب نہ ہو تو مصنف کو تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے")

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ صرف فقہ و حدیث پر ہی دسترس رکھتے تھے لیکن یہ حقیقت پر پردہ ڈالنے والی بات ہے۔ آپ مندرجہ بالا علوم و فنون میں ان کے کمالات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کس پایہ کے عالم تھے اس کے باوجود بینا کے لئے صرف ان کا قرآنِ مجید کا ترجمہ ہی کافی ہے جو کہ ان کے تمام علوم پر حاوی ہونے کے شاہد عدل ہے۔

آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ اگرچہ تھوڑے سے وقت میں کیا مگر وہ اپنی شان کے لحاظ سے دنیا کے تمام ترجموں پر زبان کی سلاست، معانی کی جامعیت، اور حقائق و معرفت میں بے مثل و فائق ہے۔ جس کے بڑے بڑے علماء کرام مداح ہیں۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی بھی پکار اٹھے کہ:

"قرآن عظیم کی معرفت اگر زمانے میں کسی کو حاصل ہے تو وہ مولانا احمد رضا خان ہیں"

(مجدد اسلام ص۱۰۰)

ترجمہ اعلیٰحضرت کے بارے میں "المنبر" اہلحدیث کی رائے ملاحظہ ہو:

"مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے"

(ہفت روزہ "المنبر" لائل پور ۶ صفر ۱۳۸۶ھ)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی ذات اس بات میں منفرد ہے اور آپ کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ کم وبیش ایک ہزار تصانیف جو کہ پچاس علوم وفنون پر حاوی ہیں اور ہر ایک کتاب کا نام تاریخی، پیارا، دلکش، حسین، علم وادب میں ڈوبا ہوا، فصاحت وبلاغت میں ڈھلا ہوا اور معانی وبیان کی میزان پر تلا ہوا ہے کہ اہلِ علم عش عش کر اٹھتے ہیں۔

شعر و شاعری

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین وملت نائبِ غوث الاعظم حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کا فقہی، منطقی وغیرہ علوم میں جو مقام تھا وہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ جو شخص اتنا مصروف ہو کہ اس نے پوری عمر میں ایک ہزار سے زائد کتب تصانیف فرمائی ہوں۔ مخالفین کے پھیلائے ہوئے زہریلے اثرات کا مقابلہ کیا ہو، لوگوں کے دل دنیا سے موڑ کر صاحب قرآن سے جوڑ دیئے ہوں۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں جس نے بیس گھنٹے کام کر کے بریلی شریف میں عشق ومحبت رسول کے نغمے گاتے ہوں اسے شعر کہنا تو ایک طرف شعر سننے کی فرصت کہاں ملتی ہے۔ مگر شانِ جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکتِ شاعری میں برکت کیسے آئے۔ آپ نے شعر لکھے مگر نوکِ قلم سے صرف مدحت وتوصیف مصطفٰے

ہی نکلی۔ آپ کا قلم کبھی بھی کسی دنیادار شہنشاہ یا حکمران کی تعریف و توصیف سے آلودہ نہ ہوا۔ بلکہ ایک مرتبہ آپ سے کہا گیا کہ ریاست نانپارہ کے والی کی شان میں قصیدہ تحریر فرمایئے تو آپ نے نعت لکھی جس کا مقطع ہے ؎

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

آپ عام اربابِ سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور دردِ عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور پھر یہی اشعار آپ کی سوزشِ عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے چنانچہ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ —— "جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں"

(سوانح اعلٰحضرت۔ مولانا بدرالدین قادری ص ۳۸۷)

نعت گوئی ایسی صنف ہے جو انتہائی مشکل اور دشوار ہے۔ اس میدان میں بڑے بڑے شاعر بھٹک جاتے ہیں۔ نعت کے تقاضوں کو وہی پورا کر سکتا ہے جس کا دل سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اور سچی محبت سے سرشار ہو اور اس کے ساتھ علمِ شریعت سے بھی دل پوری طرح باخبر ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں:

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور

نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔" (الملفوظ حصہ دوم ص)

"الملفوظ" میں حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے فنِ نعت گوئی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اپنی نعت گوئی کے لئے قرآن و حدیث ہی کو شمع راہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے نعت گوئی میں آپ حضرت حسان کی پیروی کافی سمجھتے ہیں۔ جن کی نعتیں سنکر خود رسالت مآب محظوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں:

نوشہ میں غم و اشک کا سامان بس ہے ۔۔۔ افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو ۔۔۔ نقشِ قدم حضرت حسان بس ہے

امام نعت گویاں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا مقام اور کلام سب سے ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔ پہلی امتیازی خصوصیت تو یہ ہے کہ اردو کا کوئی نعت گو آپ سے زیادہ وسیع المعلومات، اسرارِ شریعت کا راز داں، کتاب و سنت کے بحرِ ذخار کا سچا شناور اور صاحب فضل و کمال نہیں ہوا۔ دوسری امتیازی صفت یہ ہے کہ نعت گوئی میں آپ جس احتیاط و ادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں اس کا جواب نہیں۔ اور یہ اس کیلئے کہ آپ نے نعت گوئی قرآن پاک سے سیکھی ہے اور آپ اس کی حدوں سے بخوبی واقف ہیں۔ خود فرماتے ہیں

ہیں ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ ۔۔۔ بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ۔۔۔ یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

(حدائق بخشش حصہ دوم ص۹۹)

حدائق بخشش جو کہ اعلحضرت قدس سرہ کی نعتوں کا مجموعہ اور ایک ایسی متاعِ بے بہا ہے جس پر اردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ حضرت رضا کی نعتیں سادہ، عام فہم، سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہیں۔ یہی وجہ ہے

کہ اہل ذوق حضرات آپ کے کلام کو سن کر بے اختیار جھوم اٹھتے ہیں۔ اظہار نعمت کے طور پر خود ہی ارشاد فرماتے ہیں ؂

یہی کہتی ہے بلبلِ باغ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیان
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضاؔ کی قسم

برصغیر پاک و ہند میں اہلِ محبت کی شاید ہی کوئی ایسی محفل ہوگی جہاں آپ کے کلام اور مشہور زمانہ سلام "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" (جو کہ ہر شخص نے کئی بار ریڈیو پاکستان سے سنا ہوگا) کی گونج سنائی نہ دے۔ اس کا ایک ایک شعر جذب و کیف اور عشق و سرمستی کا مرقع ہے ؂

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی شاعری میں جو بات سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ ان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے والہانہ عشق و محبت ہے۔ آپ نے نہ صرف خود نعت کے تقدس کو ملحوظ رکھا بلکہ دوسرے شعراء کی بھی رہنمائی فرمائی چنانچہ اردو کے بلند پایہ شاعر جناب حضرت اطہر ہاپوڑی نے ایک نعت لکھ کر آپکی خدمت میں بھیجی جس کا مطلع تھا ؂

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت یہ شعر سن کر بڑے برافروختہ ہوئے اور فرمایا مصرع ثانی مقامِ نبوت سے فروتر ہے۔ چنانچہ آپ نے قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ؂

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلّٰی کے سامنے

موجودہ دور کے بڑے بڑے شاعر آپ سے متاثر تھے۔ جن میں شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں۔ علامہ نے شروع میں جو

نعتیں تحریر کیں ان میں اعلیٰ حضرت کی نعتوں کا اثر صاف جھلکتا ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

"غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا۔ علامہ اقبال اس جلسے کے صدر تھے۔ جلسہ میں کسی خوش الحان نعت خوان نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ایک نظم شروع کی جس کا ایک مصرعہ یہ تھا ؎

رضائے خدا ہے رضائے محمد

نظم کے بعد علامہ اقبال اپنی صدارتی تقریر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ارتجالاً ذیل کے دو شعر ارشاد فرمائے:

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش ۔۔۔ لگائے خدا اور بجھائے محمد

تعجب تو یہ ہے کہ فردوس اعلیٰ ۔۔۔ بنائے خدا اور بسائے محمد

(مقالات یوم رضا ص۱۲)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ فارسی، اردو، عربی اور ہندی کے متبحر عالم تھے۔ ایک بار ان کے احباب میں سے جناب ارشاد، اور جناب ناطق نے (جو خود بھی شاعر تھے) عرض کیا کہ حضرت! ایک ایسی نعت شریف لکھ دیں۔ جس میں عربی، فارسی اور اردو ہندی چاروں زبانیں جمع ہو جائیں۔ آپ نے ان کی اس فرمائش پر ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع ہے۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ ۔۔۔ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سوہے ۔۔۔ تجھ کو شہ دوسرا جانا

اسی نعت کا مقطع ہے:

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا

ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اس نعت میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی آمیزش نے عجیب لطف پیدا کر دیا ہے۔ جس سے آپ کی جدت طرازی اور ایجاد کی قوت کا اندازہ لگا کچھ مشکل نہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی نعتوں سے شعروں کا انتخاب بڑا ہی مشکل امر ہے "حدائق بخشش" (جو کہ مولانا کا نعتیہ مجموعہ ہے) کا ہر شعر مصنف کے موقلم کا شاہکار اور اپنی اثرانگیزی اور کیف آفرینی میں مکمل ہے۔ شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو جو اسے پڑھ کر ازخود رفتہ نہ ہو جائے۔

آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" صرف نعتوں کا ایک دلکش مجموعہ ہی نہیں بلکہ خدا اور رسول کی عظمت و محبت سے خالی اذہان و قلوب کے لئے ایک کیمیائے سعادت ہے۔ ایسے نازک ترین دور میں جب کہ سڑے گلے بدبودار بندے اپنے گنہ گار وجود کو کاشانۂ رحمت کے ہم پلہ سمجھنے لگے اور ہمسری کے زعم باطل میں عصمتِ انبیاء سے کھیلنے لگے اور نجاست کے اس غلیظ ترین ڈھیر پر اپنے حواریوں کے ساتھ مسند آرائی کر کے اپنے زبان و قلم سے عشق کی سلامتی کا تار و پود بکھیرنے لگے تو ایسے وقت میں "نغماتِ رضا" نے دیوانوں کے قلوب میں آندھیوں کی زد پر عشق و عقیدت کا چراغ جلایا ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

آخر میں یہ کہنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر فاضلِ بریلوی صرف شاعری پر ہی اکتفا کرتے تو آج اردو دنیا میں ان کا مقام میر و غالب ہی کی طرح بطور ایک شاعر محفوظ سمجھا جاتا۔ اور شہرت ان کے قدموں میں لگی رہتی۔ لیکن اس عاشقِ رسول نے شعر گوئی و سخن طرازی کو اپنے جذبہ عشق رسول کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اظہار و ابلاغ کا یہ وسیلہ چونکہ اپنی نوعیت میں فن تھا۔ انہوں نے اس کے ادب و احترام کو کماحقہٗ ملحوظ

رکھتے ہوئے فنی تقاضوں کو بہ تمامہ پورا کیا وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

نعت گوئی میں آپ کا مرتبہ
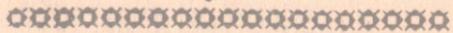
یوں تو عطارؔ، رومیؔ، جامیؔ، سعدیؔ، قدسیؔ اور حافظ قدس سرہم جیسے اہل دل بزرگوں نے کوئے جاناں کی آرزو میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اہلِ ذوق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ ان بزرگوں کے اظہار تمنا کا انداز اتنا شیریں اور مؤثر ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ساری وسعتیں کوچۂ محبوب کی آرزو میں سمٹ جائیں اور کائنات کی ساری رعنائیاں راہِ حبیب پہ نثار کر دی جائیں۔ مگر آپ کو بھی نعت گوئی میں خاص مقام حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی جس انداز سے مدینہ کی گلیوں میں پہنچتے ہیں وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کی آئینہ دار ہے

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

جہاں جنید و بایزید دم بخود ہو کر آتے ہیں وہاں احمد رضا سر کے بل حاضر ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کو کوئے جاناں کا بھکاری بننا، وہاں کی گداگری کرنا، محبوب کی گلیوں میں جھولی پھیلائے پھرنا دنیا کی تمام راحتوں اور عظمت سے بہتر دکھائی دیتا ہے۔ انہیں اس گلی کا گدا ہونا باعث صد افتخار ہے، جس کا ذکر یوں کیا ہے ؎

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں —— مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

آپ کی شاعری کا محور ہی عشق مصطفےٰ اور تعظیم اولیائے کرام ہے۔ آپ نے ہمیشہ جس چیز پر زور دیا وہ عشق رسول کی پاسداری ہے۔ آپ کے نزدیک ملت اسلامیہ

کی تمام مشکلات و مصائب، مایوسیوں اور محرومیوں کا واحد سبب دامنِ مصطفےٰ سے علیحدگی ہے۔ آپ کو مکمل یقین تھا کہ مسلمان جب تک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو عقیدت و محبت کا مرکز نہیں بنائیں گے وہ رسوا ہوں گے۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں فرماتے ہیں ؎

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

بیعت و خلافت
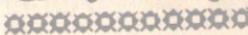
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے سلوک و طریقت کے تمام علوم امام الاولیاء سید آل رسول تاجدارِ مارہروی سے حاصل کئے۔ آپ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ مرشد کامل نے اسی وقت آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

یہ دیکھکر دیگر حاضرین کو رشک ہوا اور عرض کی حضور! اس بچے پر یہ کرم کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! تم "احمد رضا" کو کیا جانو۔ یہ فرماکر رونے لگے اور فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے آل رسول! تُو دنیا سے کیا لایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔ اور فرمایا کہ یہ چشم و چراغ خاندانِ برکات ہیں۔ اوروں کو تو تیار ہونا پڑتا ہے، یہ بالکل تیار آئے تھے انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی۔

فاضل بریلوی نے شیخ طریقت کی منقبت میں ایک قصیدہ تحریر فرمایا جس کا مطلع ہے ؎

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو مختلف سلاسل طریقت سے خلافت حاصل تھی ان سلاسل کی تفصیل خود بیان کرتے ہیں :— (۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اہدلیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ واحدیہ (۹) سہروردیہ فضلیہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ مناحیہ وغیرہ وغیرہ۔

زیارتِ حرمین وشریفین

بیعت سے ایک سال بعد یعنی ۱۲۹۵ھ میں آپ کو اپنے والدین کی معیت میں پہلی بار حج بیت اللہ شریف اور روضہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں حرمین وشریفین کے اکابر علماء اور شیوخ سے آپ کی ملاقاتیں رہیں مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج وغیرہم۔ ان دو حضرات سے آپ نے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصولِ فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ اسی سفرِ مقدس میں آپ نے نماز مغرب حرم شریف میں ادا کی۔ بعد از نماز امام شافعیہ حسین بن صالح بغیر کسی تعارف کے آگے بڑھے اور اعلیٰ حضرت کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے فرطِ محبت سے دیر تک آپ کی پیشانی کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور جوشِ عقیدت میں ان کے منہ سے نکلتا ہے :

اِنِّی لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنَ

(بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں)

بعدازاں شیخ حسین بن صالح کو اعلیٰ حضرت نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی۔ اور ان کا نام شیخ ضیاءالدین احمد رکھا۔ شیخ نے اپنی ایک کتاب "الجواہر المضیئہ" پر شرح لکھنے کی فرمائش کی۔

اعلیٰ حضرت نے دو دن میں عربی میں اس کی شرح لکھ کر پیش کر دی۔

اسی سفر میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوتے وقت ایک نظم تحریر فرمائی۔ جس کے حرف حرف سے پوتے محبت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول کھلتے ہیں۔ اس نظم کا مطلع ہے ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اس سفر کی واپسی پر تین دن سخت طوفان رہا۔ اور ایسا شدید کہ بقول اعلیٰ حضرت! لوگوں نے کفن پہن لئے تھے۔ والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکل گیا۔ آپ اطمینان رکھیں خدا کی قسم یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث رسول کے اطمینان پر کھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگی۔ دربارِ رسالت سے مدد مانگی۔ وہ ہوائے مخالف جو تین دن سے چل رہی تھی۔ دو گھڑی میں ختم ہو گئی۔

دوسری مرتبہ آپ ۱۳۲۳ھ میں اس سعادت سے مشرف ہوئے ہوا یوں کہ برادرِ اصغر مولانا محمد رضا خان صاحب، بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب اور اعلیٰ حضرت کی اہلیہ محترمہ حج کو جانے والے تھے۔ اعلیٰ حضرت انہیں رخصت کرنے کے لئے لکھنؤ تک تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو طبیعت مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے بے قرار تھی۔ اسی وقت یہ نظم تحریر کی جس کا مقطع ہے

؎ جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

والدہ ماجدہ سے اجازت لی اور احباب کے پاس پہنچ کر شریک سفر ہو گئے۔ فرض حج تو ادا کر چکے تھے اس لئے اس دفعہ اصل نیت مدینہ طیبہ کی حاضری کی تھی

چنانچہ فرماتے ہیں ؎ کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے (یادِ اعلیٰحضرت ص۴۸-۴۷)

اس حج کے موقع پر آپ نے ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے ؎

شکرِ خدا آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

آپ کے قلب اقدس میں مدینہ منورہ کے لئے جو آرزوئیں تڑپتی رہتی رہی ہوں گی وہ آپ کے جذبہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے ہیں
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اس سفر میں علماء حجاز نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، حد درجہ مدارت سے پیش آئے۔ بہت سوں نے درخواست کی انہیں سندِ اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ چنانچہ اعلیٰحضرت نے کسی کو خالی نہیں لوٹایا۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان صاحب اس سفر کے حالات قلمبند فرماتے ہیں۔ بعض علماء مکہ نے "علم غیب" کے بارے میں چند سوال لکھ کر اعلیٰحضرت کے پاس بھیجے اور صرف دو دن میں جواب لکھ دینے کا مطالبہ کیا۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور نہ حوالے کے لئے کوئی کتاب موجود تھی مگر آپ نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان تمام سوالوں کے جواب فصیح و بلیغ عربی میں صرف آٹھ گھنٹے کے اندر اندر قلم بند کر دیئے اور اس طرح چار سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی۔ آپ نے اس کتاب کا جو نام تجویز فرمایا وہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس سے نہ صرف موضوع کی صراحت ہوتی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کتاب کہاں تصنیف کی گئی اور کس سنہ میں لکھی گئی۔ کتاب کا نام ہے الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

۱۳ ھ ۲۳

چوہتر سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن آپ کی اس محققانہ تصنیف کا جواب کسی دشمنِ رسول سے بن نہیں پڑا ہے۔ اس مقدس سفر میں امام اہلسنت، نائب غوث الاعظم کی جو قدر و منزلت ہوئی اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ اسماعیل خلیل نے تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"اہل مکہ جوق در جوق جمع ہو گئے، یکتائے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ مولانا احمد رضا خان احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے تاکہ وہ مخالفین کی بے ثبات حجتوں کا آیاتِ قرآنیہ اور قطعی حدیث سے رد فرماتے رہیں۔ اور فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بے شک حق و صحیح ہے"

(حسام الحرمین صـ۱۴۲ بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں)

مدینہ شریف پہنچنے سے قبل ہی اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کا شہرہ وہاں پہنچ چکا تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو علماء ان کے گرد جمع ہو گئے۔ شیخ کبیر مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی تلمیذ علامہ اجل شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی تاثرات ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:

"میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں صاحبِ علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس مبارک شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا لیکن احمد رضا فاضل بریلوی کی شان عجیب دیکھتا ہوں یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور انکی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے"۔ (الاجازات المتینہ مطبوعہ لاہور صـ۲۵۴ بحوالہ امام احمد رضا بریلوی اکابر کی نظر میں)

جب آپ مرکزِ حسن و جمال کی بارگاہ میں دل بے تاب اور روح بے قرار لیکر حاضر ہوئے۔ اس وقت دل میں یہ تمنا ابھری کہ کاش مجھے اس جمالِ جہاں آرا کی زیارت بیداری کی حالت میں ہو جائے۔ خواب میں تو کئی مرتبہ زیارت کر چکے تھے، مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دیر تک درود شریف پڑھتے رہے لیکن پہلی شب مراد بر نہ آئی تو کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع ہے ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اسی غزل کے آخری شعر میں انتہائی بے کسی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہ شریف میں پڑھ کر باادب انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ قسمت جاگ اٹھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بیداری میں مشرف ہو گئے۔

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ص ۲۲۸)

عشقِ رسول اور ساداتِ کرام کی عزت و تکریم

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کے رگ و ریشہ میں عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رچا ہوا تھا۔ مدینہ اور سرکارِ مدینہ کا ذکر ہوتا تو بے قرار ہو جاتے۔ شب و روز کے کسی لمحہ میں آپ میں عشق کا خمار کم نہ ہوتا تھا۔

ممتاز ادیب اور مشہور شاعر راجا رشید محمود اپنی تصنیف "اقبال و احمد رضا" میں رقمطراز ہیں کہ:

"مجدد اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی زندگی کا تو تخصص ہی

عشقِ رسول تھا۔ ان کے مخالف بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کیوں نہ ہو، جنہوں نے عمر بھر محبوبِ خدا کی تعریف کی، حضور کے معترضین کا جواب دیا۔ قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور تفسیر کی تو حضور کی محبت ان کے شاملِ حال رہی۔ فقہ و حدیث کے موضوع پر قلم اٹھایا تو عشقِ مصطفےٰ سے قلم اٹھانے کی ہمت طلب کی۔ وہ استراحت فرماتے تھے تو اس انداز سے لیٹتے تھے کہ محبوب پاک کا اسم گرامی "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) بن جائے۔ وفات سے پہلے دفن کے بارے میں وصیت کی تو یہ کہ میری قبر کو اتنا کشادہ رکھنا کہ جب سرکار میری لحد میں تشریف لائیں تو میں قبر میں کھڑا ہو سکوں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے عشق کے تذکرے تو زبان زد خاص و عام ہیں۔" (اقبال و احمد رضا مطبوعہ لاہور ص۲۴)

جناب مظہر عرفانی اپنی تالیف "مولانا احمد رضا خان" میں لکھتے ہیں کہ:

"عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ جس کا اثر ان کی ظاہری زندگی پر جگہ جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ ہوش سنبھلنے کے وقت سے موت کی آغوش میں سو جانے تک زندگی کے کسی حصے میں بھی انہوں نے کتاب و سنت سے گریز نہیں فرمایا۔ انتہا یہ ہے کہ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا تک کتاب و سنت کے مطابق ہوتا تھا۔"

مزید لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے ہر شعبے کا مطالعہ کرنے کے بعد جب حضرت بریلوی کے اخلاق و کردار اور زندگی کے ہر شعبہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت بریلوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو اور ان کے عشق میں ڈوبے ہوئے تھے۔"

(مولانا احمد رضا خان مطبوعہ لاہور ص۹۶، ص۹۷)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے باعث آپ کے دل میں ساداتِ کرام کا نہایت اکرام و احترام تھا۔ ساداتِ کرام کے سامنے فرطِ تواضع سے بچھ بچھ جاتے تھے ان کی عظمت و توقیر کو ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ وہ ساداتِ کرام کا احترام صرف اس لئے کرتے تھے کہ ان کی رگوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون دوڑ رہا ہے۔ اپنے قصیدۂ نور میں ساداتِ کرام کے لئے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:۔ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

ایک دفعہ نو دس برس کی عمر کے ایک صاحبزادے کو امورِ خانہ داری کے لئے ملازم رکھا بعد میں پتہ چلا کہ یہ سید زادہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے گھر والوں کو تاکید کر دی کہ خبردار صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے کیونکہ یہ مخدوم زادے ہیں جس چیز کی ضرورت ہو پیش کی جائے اور جس تنخواہ کا وعدہ ہوا ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتی رہے

اَب اعلیٰحضرت کے عشقِ رسول کی وارفتگی کا ایک واقعہ عرض ہے۔ اس واقعہ کو حضرت علامہ مولانا ارشد القادری (مصنف زلزلہ) کی زبانی سنیئے:

" امام اہل سنّت کی سواری کے لئے پالکی دروازے کے سامنے لگا دی گئی تھی سینکڑوں مشتاقانِ دید انتظار میں کھڑے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرۂ انور سے فضل و تقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دلکشی سے مجمع پر ایک رقّت انگیز بے خودی کا عالم تھا۔ گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبانِ شوق کی انجمن میں ایک گلِ رعنا کھلا ہوا تھا۔

بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے

بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی۔ آگے پیچھے داہنے بائیں نیازمندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔ پالکی لے کر تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ امام اہلسنت نے آواز دی پالکی روک دو! حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی، ہمراہ چلنے والا مجمع بھی رک گیا۔ اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔ "آپ لوگوں میں کوئی آلِ رسول تو نہیں ہے" اپنے جدّ اعلیٰ کا واسطہ! سچ بتایئے: میرے ایمان کا ذوقِ لطیف "تنِ جاناں" کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ اس سوال پر اچانک ان میں ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں ہیں۔

بے نوائی، آشفتہ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آہ میرے جدّ اعلیٰ کا واسطہ دے کر آپ نے میری زندگی کا سربستہ راز فاش کر دیا۔ سمجھ لیجئے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشامِ جاں معطر ہے رگوں کا خون بدل نہیں سکتا۔ اس لئے آلِ رسول ہونے سے انکار نہیں ہے لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

چند مہینے سے آپ کے شہر میں آیا ہوں کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعہ معاش بناؤں، پالکی اٹھانے والے مزدوروں سے رابطہ قائم کر لیا ہے ہر روز صبح سویرے ان کے جھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں۔ ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ

عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

"معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کردو۔ لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے ہائے غضب ہوگیا! جن کے کفشِ پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی، قیامت کے دن اگر سرکار کہیں پوچھ لیں کہ احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوشِ ناز نیں اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟

آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جارہا ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشقِ دل گیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے بالکل اسی طرح وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی نازبرداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کردینے کا اقرار کرالینے کے بعد امامِ اہلسنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

"چونکہ راہِ عشق میں خونِ جگر سے قیادۃ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے اس لئے لاشعور کی ایک تقصیر کا کفارہ جبھی ادا ہوگا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پہ اٹھاؤں؟

اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ دفورِ اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر

امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم وفضل، جبہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودیٔ حبیب کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔ شوکتِ عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے کدورتوں کا غبار چھٹ گیا، غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی مان لینا پڑا کہ آلِ رسول کے ساتھ اس کے دل کی عقیدت و اخلاص کا یہ عالم ہے رسول کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔" (دل کی آشنائی مطبوعہ کراچی ص۷ تا ۱۰)

مولانا سید ریاض حسین کٹناوی اپنے ایک مضمون "اعلیٰ حضرت اور عشقِ رسول" میں اعلیٰ حضرت کی ساداتِ کرام سے عقیدت و محبت کے بارے میں لکھتے ہوئے ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ

"یہ تو بات تھی سید زادوں سے محبت کی، اعلیٰ حضرت جب مدینے پہنچے تو ان گلیوں کے کتّوں کی سمع خراشی کا بھی انہیں ڈر ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

خوف ہے سمع خراشیِ سگِ طیبہ کو
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و فغاں ہم کو

یہی نہیں بلکہ سگانِ کوئے مصطفیٰ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت انہیں تحفہ بھی دینا چاہتے ہیں، دنیا کی ہر چیز پر نظر پڑتی ہے لیکن کسی کو بھی اعلیٰحضرت تحفہ کے لائق نہیں سمجھتے۔ آخر یوں گویا ہوتے ہیں ؎

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم

(ماہنامہ "الفرید" ساہیوال اعلیٰحضرت نمبر شمارہ صفر المظفر، ۱۳۹۱ھ ص۱۴)

اعلیٰ حضرت کی سیرت میں عشقِ رسول کے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر انہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے — الغرض امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

کی تمام زندگی عشقِ رسول سے عبارت تھی۔ اور تمام مسلمانوں کے نام ان کا یہی پیغام ہے ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اعلیحضرت، نائبِ غوث الاعظم

اعلیحضرت کو حضرت غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیرت انگیز حد تک عقیدت تھی جس کا ایک واقعہ محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں کہ :

"مجھے کارِ افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیحضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرّے کو نوکِ زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکارِ غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے۔ اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرّے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔ اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں یہ آپ کے جدامجد کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ

کو شرم دلانا ہی تھی بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاں میں چوں قلم دردست کاتب تھے جس طرح کہ غوثِ پاک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں چوں قلم دردست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے کہ قرآن کریم نے فرمادیا۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی۔

(خطبہ صدارت جشن ولادت اعلیٰحضرت شوال ۱۳۷۹ھ ناگپور بحوالہ مجدد اسلام ص۱۶۲)

اعلیٰ حضرت کی حضرت غوث پاک کی عقیدت کے بارے میں آپ نے واقعہ ملاحظہ فرمایا، صرف عقیدت ہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت "نائب غوث" ہیں جس کی تصدیق وقت کا قطب کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"شیخ آفتاب ولایت شیر ربانی میاں شیر محمد شرق پوری علیہ الرحمۃ کو خواب میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السبحانی کی زیارت ہوئی۔ میاں صاحب نے دریافت فرمایا۔ حضور! اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے۔ ارشاد فرمایا "بریلی میں احمد رضا" بیداری کے بعد حضرت قبلہ میاں صاحب جلوہ آرائے بریلی ہوئے اور حضور اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپس آکر فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک پردہ سے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بتاتے ہیں اور احمد رضا بولتے ہیں۔" (مجددِ اسلام مطبوعہ کانپور ص۱۳۵)

حضرت میاں صاحب شرقپوری قدس سرہٗ کے مقام اور ولایت سے ایک دنیا واقف ہے۔ وہ دورِ حاضرہ میں ولی اللہ گزرے ہیں۔ ان کے کشف و کرامات کے بہت لوگ معترف ہیں جن کی مثالیں آج بھی ملتی ہیں۔ یقیناً ان کی نظرِ باطن نے غلط نہیں دیکھا ہوگا۔ ان کے اس واقعے کے بعد اعلیٰحضرت کو "نائب غوث" کہنا بجا ہے۔

مجدّدِ اعظم

ہر صدی کے اختتام پر ایک مجدّد ہوتا ہے، مجدد وہ ہوتا ہے جو باطل کی قوتوں سے ٹکرائے اور انہیں پاش پاش کر دے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی موجودہ صدی کے مجدد ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے نازک دور میں مجدد بنا کر بھیجا، اور روح القدس سے ان کی ایسی نصرت فرمائی کہ عقلِ انسان ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت کے احیاء کے لئے آپ کی بے انتہا کوششیں کسی باخبر سے مخفی نہیں اور آپ نے تجدیدِ دینِ مصطفےٰ کے لئے جو خدمات سرانجام دیں ان سے بھی ایک دنیا واقف ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ہر اس طاقت جس نے توہین رسالت کو اپنا مشن بنایا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ نے شاتمانِ رسالت کے گلوں پر خنجر پھیر دیا کہ وہ زبانیں جو توہینِ رسالت کی عادی بن گئی تھیں قطع ہو گئیں۔ اس مردِ مجاہد کے شیرانہ حملوں سے صحرائے وہابیت میں کھلبلی مچ گئی۔ جس وہابیت کے لئے دیوبند کو مرکز بنایا گیا تھا اور جہاں سے مسلمانوں کو شرک و بدعتی بنانے کے لئے فتوے ڈھالے جا رہے تھے۔ اس مرکزِ باطل پہ قہرِ الٰہی کی کڑکتی بجلیاں گریں اور بزعمِ خویش توحید کے مدعی دشمن وقارِ رسالت جائے فرار ڈھونڈنے لگے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ کے وہ مقدس کارنامے ہیں کہ ہر باطل مذہب کی گردن کشی کی۔ مختصراً یہ کہ دنیائے توہب میں مجدد اعظم کا نام ہی ایسی شمشیرِ بے پناہ ہے کہ اشرار کی صفوں میں اب بھی سراسیمگی کی لہر دوڑ جاتی ہے، مجدد اعظم کا دنیائے سنّیت پر احسانِ عظیم ہے کہ اس انتشار و ابتری دور میں ان کی شخصیت منارۂ نور ہے جس کی لازوال روشنی میں مسلمان بے خوف و خطر راہِ حیات طے کر رہا ہے۔ آج بھی اعلیٰ حضرت کے وصال کو

۵۷ سال گزر چکے ہیں۔ ان کی تصانیف مشعلِ راہ ہیں۔ اور راہرو اسی روشنی سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ بہر حال اعلیٰ حضرت نے اعدائے دین کی سرکوبی فرمائی وہاں اپنی تصانیف کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ایک شمشیرِ بے پناہ بھی دے دی کہ وہ ہر علدوئے دین کی گردن کشی کرے۔ خداوند کریم نے آپ کو کثیر علوم و فنون سے نوازا اور بہت سے مردہ علوم و فنون کو دوبارہ زندگی ملی۔ آپ جس موضوع پر بھی کلام فرماتے سکّہ بٹھاتے چلے جاتے اور تمام علوم و فنون کے عجائب و لطائف کے دھارے چلتے نظر آتے۔ نعتیہ دیوان میں ایک جگہ خود تشکّر کے طور پر فرماتے ہیں ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم

جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ نے ایک دفعہ عرض کیا حضور! آپ بے دینوں کا ردّ اس شدّت سے نہ کیا کریں۔ تاکہ ہر شخص آپ کی تصانیف کو دیکھ کر ان سے استفادہ کر سکے۔ اعلیٰ حضرت کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور فرمایا مولانا میں ان بے دینوں کا ردّ پوری شدّت سے اس لئے کرتا ہوں کہ یہ لوگ دربارِ رسالت کی گستاخی کو بھول کر مجھے اپنی طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیں، مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ مجھے کیا کہتے ہیں اتنی دیر تو میرے آقا و مولیٰ کی گستاخی سے باز رہیں گے۔

یہ حقیقت دنیا کو یاد رکھنی چاہئیے کہ اعلیٰ حضرت جن کے قلم کی نیزے کی مارنے کتنی آنکھیں پھوڑ دیں۔ کسی کو نمرود کی سزا دی، کسی کو مبہوت کر کے رکھ دیا یہاں تک کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ یہاں بھی کراہتے رہے اور وہاں بھی چیختے ہیں مگر اتنی جرأت آج تک کوئی نہ کر سکا کہ اعلیٰ حضرت کی کسی تصنیف کا برائے نام بھی ردّ لکھ کر چھاپ دے۔ میدانِ رزم اس مردِ میداں کی خداداد ہیبت و جلالت کا یہ عالم ظاہر کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ ارشاد ایک طرح سے اظہارِ حقیقت

وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے یہ وار وار سے پار ہے

اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں ؎

کلکِ رضاؔ ہے خنجرِ خونخوار، برق بار
اعدا سے کہہ دو، خیر منائیں، نہ شر کریں

سیاسی بصیرت

؎ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ مروجہ دنیوی سیاست اپناکر عام لیڈروں کی طرح بطور ایک سیاسی لیڈر کے مشہور نہیں ہوئے لیکن جہاں تک پاکیزہ سیاست کا تعلق ہے اس میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ اسلام کی برتری اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے آپ ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ "دو قومی نظریہ" کے اولین داعی تھے۔ آپ نے عمر بھر انگریزوں اور ہندوؤں کی زبردست مخالفت کی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نائب غوث الاعظم فاضل بریلوی قدس سرہ نے انگریزی حکومت اور انگریزوں کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے سے شدید نفرت کا اظہار کیا مگر افسوس کہ تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جو لوگ انگریزوں کے اشاروں پر شب و روز مصروف کار رہا کرتے تھے اور انہی کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے فرزندانِ اسلام کو کافر و مشرک قرار دیکر افتراق و انتشار پھیلاتے تھے جو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹتے رہے۔ یہی وہ ملا جن کی پوری زندگی انگریز کی دلی خیر خواہی میں ختم ہوئی۔ یہی وہ مفتی اور عالم تھے جنہوں نے انگریزوں کے نظام حکومت کو قبول کرکے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا جرم قرار دے رکھا تھا۔ یہی

جو اسلامی بولی بول کر اور بڑے پیار اور اخلاق سے مسلمانوں کو گمراہی و بے دینی کے جال میں پھانستے رہے۔ بلکہ یہاں تک کہ مسلمانوں کے خون میں ہاتھ رنگ کر مسرت محسوس کرتے تھے۔ آج انہیں شہید، مجاہد اور تحریک آزادی کے قائد جیسے القاب سے مشہور کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ حضرات جنہوں نے ببانگِ دہل کفار سے نفرت دلائی اور ان کی تعظیم نہ کرنے کا سبق سکھایا انہیں تعصب اور تنگ نظری کی بناء پر تاریخ کے اوراق میں جگہ دینے سے بھی انکار کیا گیا بلکہ یہ کوشش بھی کی گئی کہ صفحہ قرطاس پر ان عظیم جانثاروں کا ذکر بھی نہ آنے پائے۔ خود ہم میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو ان مجاہدان کے عظیم کارناموں سے واقف ہوں گے۔ جن کی مجاہدانہ یلغاروں سے انگریزی حکومت بوکھلا اٹھی اور سامراجیت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہوا۔

جب لوگوں کے دلوں سے عشقِ رسول نکالنے کی تحریک زوروں پر تھی اور مسلمان انگریز کے ظلم وستم کا شکار ہو رہے تھے، لیکن انگریز مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ حریت نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ تو انہی نام نہاد خارجی علماء جنہیں انگریز نے اپنا آلۂ کار بنا رکھا تھا نے انگریزوں کے اشارہ پھر ہندوؤں سے ساز باز کر کے ایک نئی سازش کو جنم دیا اور مسلمانوں کی ملی حیثیت کو ختم کرنے کے لئے ہندو مسلم اتحاد کی آڑ میں اکھنڈ بھارت کا نعرہ بلند کیا اور ہندوؤں کے اس خطرناک منصوبے کے مہلک نتائج کو پہلے ہی مرحلے میں بھانپ کر جس عالم ربانی نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف آواز اٹھائی وہ اعلٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ ہی تھے۔

آپ نے سنی کانفرنس پٹنہ ۱۸۹۷ء میں فرمایا:

"تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے جذبات کی کیسا شریعت کو بدلتے مسلتے اور پاؤں کے نیچے کچلتے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں۔ موالاتِ مشرکین ایک معاہدہ مشرکین و استعانت بالمشرکین تین مسجدوں

ہیں اعلاء مشرکین چار ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔" (المحجۃ المؤتمنۃ مصنفہ اعلیٰحضرت بریلوی ص۸۶)

مسلمانوں کی اس کسمپرسی کی حالت میں اعلیٰحضرت نے اپنے قلم کے زور سے مسلمانوں کے دل میں جذبہ حمیت وحمایت دین بیدار کیا اور جب ہندو مسلم اتحاد کی تحریک زور پکڑ گئی تو آپ نے قوم کو ہندوؤں کے ہتھکنڈوں سے خبردار کیا اور بار بار آگاہ کیا کہ ہندو مسلم کا دوست نہیں ہو سکتا۔

۱۹۱۹ء میں گاندھی نے خلافت کے مسئلہ پر مسلمانوں کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ بس پھر کیا تھا کھلم کھلا گاندھی کے پروانے کانگریسی مولوی جھٹ پٹ سر نیاز خم حاضر ہوئے۔ گاندھی کے سر پر تحریک خلافت کی صدارت کا تاج رکھا اور اسے اپنی مسجدوں اور خود اس کے مندروں میں جا کر تقریریں کیں۔ گاندھی نے جب یہ سمجھا کہ مسلمان اب اسے اپنا لیڈر تسلیم کر چکے ہیں تو اس نے ہندوؤں کو شدھی کی تحریک شروع کرنے کا اشارہ کر دیا۔ چنانچہ ایک طرف ہندو مسلم اتحاد ہو رہا تھا اور دوسری طرف ہندوؤں نے شہر شہر پھر کر مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کر دی۔

اہلسنت کے امام اور عظیم رہنما فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی فراست ایمانی سے ۱۸۹۷ء میں اور اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں ۱۹۲۰ء میں جو کچھ فرمایا۔ وہی "دو قومی نظریہ" کی بنیاد بنا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہندوؤں اور انگریزوں کی فریب کاریوں سے بروقت متنبہ کیا — ڈاکٹر محمد مسعود لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی (م سنہ ۱۰۲۴ھ) کے مسلک کی پیروی کرتے ۱۹۲۰ء میں "دو قومی نظریے" کی داغ بیل ڈالی جس کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اسی سال [illegible] فاضل بریلوی رحلت فرما گئے لیکن [illegible] پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جنہوں نے اس [illegible] مشن کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں ہی

ان حضرات نے کام شروع کر دیا تھا۔" (فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ص۷۱)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ان مخلصانہ کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم لیڈر جو پہلے ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے انہوں نے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی ضرورت محسوس کی اور ان حضرات نے بالآخر علماء و مشائخ اہلسنت اور مسلم عوام و خواص کے تعاون سے تحریک پاکستان کو جاری کیا اور مسلمانانِ ہند کے لئے ایک علیحدہ خطۂ زمین حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

نامور صحافی اور تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن جناب محمد شفیع (م۔ش) نے اس تاریخی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

"اعلیٰ حضرت نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے۔ ان عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے اور ہر اس سازش کو کچل دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ مٹا کر غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی۔ یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نہایت نامساعد حالات میں انجام دیا اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملتِ اسلامیہ کے عظیم محسن تھے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷، جون ۱۹۶۸ء)

قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ء لاہور کے سلسلے میں تذکرہ کرتے ہوئے جناب علامہ

عبدالحکیم شرف قادری رقمطراز ہیں :

" ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر مطالبہ پاکستان پیش کیا علمائے اہلسنّت شروع ہی سے دو قومی نظریہ کے داعی تھے اس لئے انہوں نے اور ان کے زیر اثر لاکھوں مسلمانوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، ۱۹۴۰ء میں اقبال پاک لاہور میں جب قرارداد منظور ہوئی تو اس میں سنّی علماء و مشائخ نے بھرپور حصّہ لیا اور قرار دادِ پاکستان کے حق میں تقریریں کیں جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی سرفہرست تھے۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت (پاکستان) مطبوعہ لاہور ص ۲۵)

اعترافِ حقیقت کے ان بیانات میں مشہور کالم نگار نوائے وقت (نورِ بصیرت) میاں عبدالرشید صاحب کی بھی سنئے :

" When the Pakistan Resolation was passed in 1940, the efferts of Hazrat Baalevi bore fruit all his adhearent and followers, including Olema and Spiritual leaders rose as one man to support the Pakistan movement. Thus, the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam."

(Islam in Indo-Pak Subcontinent, Lahore 1977 Page 67)

ترجمہ : ۱۹۴۰ء میں جب قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور علماء کرام و پیرانِ عظام سمیت آپ کے پیروکار اور

متوسلین جسد واحد بن کر تحریکِ پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے، اس طرح قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔ (اسلام برصغیر پاک و ہند میں، مطبوعہ لاہور ص۶۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمات کا اعتراف ہر غیر جانبدار مورخ نے کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت اور ان کے رفقاء ملتِ اسلامیہ کے وہ عظیم محسن ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان میں ہراول دستے کا کردار سرانجام دیا۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ان کی خدمات کے بغیر پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔

آخر میں یہ کہنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ

"اگر شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کو پاکستان کا تصوراتی باپ اور قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کو پاکستان کا سیاسی باپ کا نام دے دیا جائے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پاکستان کے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

اخلاق و عادات

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نائب غوث الاعظم مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نہایت عمدہ اور اچھے اخلاق و عادات کے مالک تھے۔ پوری زندگی حبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ اپنی ذات کے لئے نہ کبھی کسی سے انتقام لیا نہ کبھی شکایت کی۔ البتہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہوتا تو کسی سے ہرگز رعایت نہ کرتے۔ نماز پنجگانہ باجماعت نہایت اہتمام سے ادا کرتے۔ حتیٰ کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی کرسی پہ بیٹھ کر مسجد میں آتے اور جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ فرض نماز عمامے اور انگرکھے کے بغیر ہرگز نہ ادا فرماتے۔ ایک موقع پر شدید علالت کی وجہ سے نماز میں قرأۃ دشوار ہوگئی تو آپ فرائض اور سنن کسی اور کی اقتداء میں ادا کرتے۔ فرضی

روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتے۔ ایک دفعہ رمضان شریف میں طبیعت سخت علیل ہوگئی۔ طبیبوں کے کہنے کے باوجود آپ نے روزہ افطار نہ کیا۔ روزے کی برکت سے صحت بھی حاصل ہوگئی۔

آپ رات کو سوتے وقت اقدس "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں استراحت فرماتے سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ کسی چیز کے دینے اور لینے میں ہمیشہ دایاں ہاتھ بڑھاتے۔ کبھی قہقہہ نہ لگاتے صرف تبسم فرماتے۔ قبلہ کی طرف کبھی پاؤں دراز نہ کرتے اور نہ ادھر منہ کر کے تھوکتے۔ آہستہ آہستہ چلتے۔ اکثر نگاہیں نیچی رکھتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔ آپ جب کوئی حدیث یا آیت کریمہ بیان کر رہے ہوتے تو قطع کلام کرنے والے کو ادب سکھاتے۔ نہایت سخی اور سیر چشم تھے۔ جو دروازے پر آتا خالی نہ جاتا۔ غریبوں ناداروں، طالب علموں، یتیموں اور بیواؤں کے وظائف مقرر تھے۔ بیرونی ضرورت مندوں کو بذریعہ منی آرڈر رقمیں بھیجتے۔ روپیہ پیسہ جمع نہ رکھتے، فوراً تقسیم فرما دیتے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی ایک پیسہ بھی زکوٰۃ کا نہیں دیا کیونکہ میرے پاس کبھی اتنی رقم جمع ہی نہیں ہوئی کہ مال گزر جانے کے بعد اس پہ زکوٰۃ واجب ہو۔

والدین کی اطاعت

قرآن پاک میں خداوند قدوس جل جلالہٗ نے والدین کی اطاعت پر اس حد تک توجہ دلائی ہے کہ ان کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ بات کرتے وقت آواز ان کی آواز سے بلند نہ ہو اور ان کے سامنے کندھے جھکا کر کھڑے رہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا یہ عالم تھا کہ والدِ ماجد کے وصال کے بعد اپنی جائیداد کے خود ہی مالک تھے مگر تمام اختیارات والدہ محترمہ کے ہاتھ میں تھے وہی سیاہ وسفید کی

مالک تھیں۔ وہ اپنے ضروریات والدۂ محترمہ کی خدمت میں عرض کرتے وہ جب منظور فرماتیں تو ان کی ضروریات پوری ہوتیں۔ یہاں تک کہ کتابیں بھی ان ہی کی اجازت سے خریدی جاتی تھیں۔

بزرگوں کا احترام

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں گزرا کہ آپ نے بزرگوں کے ادب سے جی چرایا ہو۔ علمائے اہلسنّت کی ہمیشہ قدر کرتے اور ان کے نام بڑے عزت و احترام سے لیتے تھے۔ آپ بزرگوں کی ہر رائے اور مشورہ کو تسلیم کر لیتے۔ آپ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع میں بزرگ مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے اور کھانا بھی خود کھلاتے تھے۔

چھوٹوں پر شفقت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ جب بھی کوئی میٹھی یا خوش ذائقہ چیز ہوتی تو کھانے سے پہلے اسے بچّوں میں تقسیم کرتے۔ جب حضرت مولانا ظفرالدین بہاری نے چھوٹی عمر میں پہلا فتویٰ تحریر کیا تو اصلاح کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نے اپنے دستِ اقدس سے ایک روپیہ عنایت فرماکر ارشاد فرمایا۔ کہ میرے والد ماجد نے مجھے پہلے صحیح فتوے پر ایک روپیہ انعام کے عنایت فرمایا تھا۔ اس لئے میں بھی اوّل فتوے پر آپ کو انعام دیتا ہوں۔

آپ شاگردوں اور مریدوں کو ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح سمجھتے۔ ان کے مراتب کے مطابق عیدی اور تہواری عطا فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے خلف اکبر مولانا شاہ حامد رضا خان اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔ آپ کے گھر میں لڑکیاں ہی پیدا ہوتی رہیں۔ لیکن جب ابراہیم علی خان تولد ہوئے تو آپ نے تقسیم شرینی کے علاوہ

مدرسے کے طلباء کی دعوت کا اہتمام فرمایا۔ اور ہر ایک کے لئے اس کی پسند کا کھانا تیار کرایا اور بعض شاگردوں کو جوڑے بھی دیئے۔

آپ تصنیف و تالیف کے کاموں میں اپنے شاگردوں کو بھی شامل رکھتے تھے (اسی لئے آپ کے شاگرد بھی بڑے بڑے مصنف، ادیب اور صاحب علم تھے بیشتر کی کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں) خود مسودے تحریر فرماتے اور شاگرد مسودات کو صاف صاف لکھتے اختتام کار پر آپ انہیں معاوضات سے نوازتے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔

چھوٹوں پر شفقت کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے دوران کوئی نکتہ ان سے چھپاتے نہ تھے۔

شہیدِ محبت کا آخری سفر

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء کو جمعہ مبارکہ کے دن دو بج کر ۳۸ منٹ پر عین اذان کے وقت ادھر موذن نے حیّ علی الفلاح کہا ادھر یہ آفتابِ طریقت، علم و معرفت کا سمندر، گردوں کا بلند ستارہ، آفتابِ جہانتاب ہماری ظاہری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ چہرہ مبارکہ پر ایک نور کا شعلہ لپکا اور اعلیٰحضرت مجددِ اعظم (قدس سرہٗ) اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے رب قدیر کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اعلیٰ حضرت نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس روز پہلے ہی خود اپنے وصال کی خبر دے دی تھی اور اس آیتہ مبارکہ سے اپنے وصال کی تاریخ استخراج فرمائی تھی۔

وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَکْوَاب

۱۳ ھ ج

یعنی خدام چاندی کے پیالے اور گلاس لئے انہیں گھیرے ہوئے ہیں

حضرت محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت والد ماجد نے آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی تو بے ساختہ زبان پر آگیا۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۰ ھ ۱۳

حضرت میر نذر علی درد کاکوری مرحوم و مغفور نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھا:

حافظ، محدث، منطق، حاجی، فقیہہ، متقی — احمد رضا خاں قادری کو آگیا حکمِ قضا

ہر سمت ہے شور و فغاں، ہر دل میں ہے دردِ نہاں — ہے شامِ غم آگیں عیاں، ہر لب پہ ہے وا حسرتا

تیغِ اجل کا، کاٹ بھی اے درد بے ڈھب کاٹ ہے — ہیں بے سر و پا، شرع دین، علم و کرم فضل و لقا

مولانا حسنین رضا خان صاحب جو بہ نفس نفیس وصال کے وقت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ:

"اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ تحریر کرایا۔ اس روز تمام کام گھڑی دیکھ کر ہوتے رہے۔ دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے کہ وقت پوچھا گیا عرض کیا گیا اسوقت ایک بج کر چھپّن منٹ ہو رہے ہیں۔ فرمایا گھڑی رکھ دو۔ یکایک ارشاد ہوا کہ تصاویر ہٹا دو۔ حاضرین کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہاں تصویر کا کیا کام یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ہی ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسہ پھر ذرا وقفہ سے برادر محترم مولانا حامد رضا خان صاحب سے ارشاد فرمایا وضو کر آؤ قرآن عظیم لاؤ۔ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب سے ارشاد فرمایا کہ بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد شریف کی تلاوت کرو۔

اب آپ کی عمر میں چند منٹ رہ گئے ہیں حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں آپ نے اپنے حضور قلب اور تیقظ سے سنیں کہ جس آیت پر اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا خود تلاوت فرما کر بتادی۔

اس کے بعد سید محمود علی صاحب اور مسلمان ڈاکٹر سید عاشق حسین صاحب کو اپنے

ہمراہ لائے ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت جو حضرات اندر گئے آپ نے سب کے سلام کے جواب دیئے اور محمود علی صاحب سے دونوں ہاتھ بڑھا مصافحہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلحضرت سے حال دریافت کرنا چاہا مگر آپ اس وقت حکیم مطلق جلّ مجدہٗ کی طرف متوجہ تھے ڈاکٹر صاحب سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ ارشاد نہ فرمایا سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے بہ تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں پھر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارکہ پر ایک لمحہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ لمعان خورشید جنبش کرتا ہے۔ اس کے غائب ہوتے ہی وہ جانِ نور اطہر حضور سے پرواز کر گئی۔ خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جنہیں (سرکارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوقِ دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا بھی معلوم نہیں ہوتا۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو ٹھیک نمازِ جمعہ کے وقت مجھے اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں جان کنی کا وقت سخت ترین وقت ہے لوگوں کے چہروں پر وحشت چھا جاتی ہے درد کم از کم شکن پڑ جاتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہ جسم روح جیسے دو پرانے دوستوں کے فراق کی گھڑی ہے۔ مگر اعلحضرت کے چہرۂ مبارک پر میں نے بجائے کلفت کے مسرت دیکھی۔ آپ وصال محبوب کی پہلے سے بشارت پا چکے تھے۔ وصال محبوب کا وقت قریب آگیا ہے۔ عزیز و اقارب گرد و پیش حاضر ہیں مگر آپ کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ یقیناً آپ ایسی ذات سے عنقریب ملا چاہتے ہیں۔ جو آپ کو سب پیاروں سے کہیں زیادہ پیاری اور محبوب حقیقی ہے۔" (وصایا شریف ص۱۶، ص۱۷)

اعلیٰ حضرت بارگاہِ رسالت میں
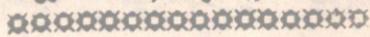
دار العلوم اشرفیہ ضلع اعظم گڑھ کے عظیم المرتبت محدث حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی بیان فرماتے ہیں کہ —— " میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دار الخیر اجمیر شریف کی حاضری کا وہ دور طالب علمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی اور استاذ محترم صدر الشریعۃ قبلہ علیہ الرحمۃ کی کفش برداری کا شرف حاصل رہا۔ اس مبارک زمانہ میں اکثر علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی زیارت میسر آتی تھی۔ انہیں بزرگوں میں حضرت دیوان سید آلِ رسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی علیہ الرحمۃ بڑے بلند پایہ بزرگ تھے دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی وہ اکثر بزرگان دین کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کی خبر پاکر (میں نے) ان کی ملاقات کی۔ بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے، طبیعت میں بڑا ہی استغنا تھا مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان (شامی بزرگ) کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے، نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ بفضلہ تعالیٰ میں فارغ البال ہوں مجھے (روپیہ پیسہ) کی ضرورت نہیں۔ ان کے استغنا اور طویل سفر سے (مجھے) تعجب ہوا۔ عرض کیا حضرت یہاں تشریف لانے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا مقصد تو بڑا زریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دربار میں حاضر ہیں،

لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے۔ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا فداک ابی و امی کس کا انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا "احمد رضا" کا انتظار ہے۔ میں نے عرض کیا کہ احمد رضا کون ہیں۔ فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ میں ہندوستان آیا بریلی پہنچا معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۔" (ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد اپریل ۱۹۶۱ء بحوالہ سوانح امام احمد رضا ص۳۲۱ ، ۳۲۲)

حضرت سعدی شیرازی کے بارے میں عارفوں کا کہنا ہے کہ نعت گوئی کے صلے میں انہیں دربارِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مورچھل جھلنے کا اعزاز حاصل ہے۔ دربارِ رسالت میں اعلیحضرت کا انتظار کیوں ہو رہا تھا؟ یہ بات تو کوئی عارف ہی بتا سکتا ہے البتہ ہمارا وجدان یہ کہتا ہے کہ انہیں نعت گوئی کے صلے میں دربارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اعزاز ملنا تھا۔ اور ساتھ ہی ان کی یہ خواہش بھی پوری ہونی تھی ؎

یا الٰہی رضا جب خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

مزارِ اقدس

شہر بریلی محلہ سوداگراں میں دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پیکر جلال و ہیبت بلند عمارت کے اندر آپ کا مزارِ مبارک ہے جہاں ہر سال ۲۴، ۲۵ صفر کو آپ کا عرس مبارک نہایت عقیدت و احترام سے منعقد ہوتا ہے۔

آپ کے خلفاء و تلامذہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بے شمار خلفا تھے۔ جو پاک و ہند اور حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے تھے۔ حرمین شریفین میں آپ کے خلفاء کی تعداد جن کو تحریری اجازت نامے عطا کئے تھے پچاس سے اوپر تھے۔ بہت سے حضرات کو زبانی اجازت فرمائی ان کی تعداد کا صحیح علم نہیں۔

حرمین و شریفین کے علاوہ پاک و ہند میں آپ کے بکثرت خلفاء اور تلامذہ ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، مولانا مصطفےٰ رضا خان، مولانا حسن رضا خان، مولانا محمد رضا خان، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، امام العلماء مولانا دیدار علی شاہ الوریٰ، صدر الشریعۃ حکیم امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت)، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی) مولانا احمد اشرفی جیلانی، مولانا احمد مختار صدیقی [illegible]لقر، مولانا عبدالاحد قادری، مولانا عمر بن ابوبکر، مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی مدظلہ، مولانا حسنین رضا [illegible]اخان، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا عبدالسلام جبلپوری، مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبر[illegible]کات سید احمد قادری، مولانا شاہ حبیب اللہ قادری، پروفیسر سید سلیمان اشرف، مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی، مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی، مولانا عبدالواحد پیلی بھیتی، مولوی رحیم بخش قادری رضوی، مولانا عبدالباقی برہان الحق جبلپوری، مولانا شفیع احمد صاحب بیلپوری وغیرہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے فیض یافتہ یہ حضرات آسمانِ علم و فضل کے ان سیارگان میں سے ہیں۔ جن کی روشنائی سے ایک عالم روشن ہوا۔ ان حضرات نے دین متین کے لئے جو

گراں بہا خدمات انجام دی ہیں ان سے تعارف کے لئے جناب محمد صادق قصوری صاحب کی زیر طبع کتاب "خلفاء اعلیٰ حضرت" (میں تفصیل سے) ملاحظہ فرمائیے گا۔ (از نہر)

اعلیحضرت، اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں!

اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے بارے میں بہت سے علماء و فضلاء نے اپنے اپنے تاثرات اور تاثرات پیش کیے ہیں۔ ہم ان میں سے چند حضرات کے تاثرات نقل کرتے ہیں۔ ان میں حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے موافق و مخالف حضرات شامل ہیں۔۔۔ ملاحظہ فرمائیں:

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم، امام احمد رضا بریلوی کے معاصرین میں سے تھے اور آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا:

"ہندوستان کے آخری دور میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی مولانا احمد رضا خان گویا اپنے دور کے امام حنیفہ ہوتے۔"

(مقالات یوم رضا، حصہ سوم بقلم ڈاکٹر عابد احمد علی ایم اے مہتمم بیت القرآن لاہور)

فقیہہ اعظم ہندوستان، احمد رضا تم ہو
مقام فقہ میں عرش آستاں، احمد رضا تم ہو

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سرپرست دارالعلوم دیوبند:

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی بھی ان کے برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ یہ فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حبِ رسول ہی ہو اور غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں"۔

(اشرف السوانح جلد اول ص ۱۲۸ / رسالہ النور ص ۱۴ بحوالہ طمانچہ ص ۳۵)

ہفت روزہ چٹان لکھتا ہے کہ

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ " میرے دل میں احمد رضا کے لئے احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشقِ رسول کی بناء پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا"۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء)

مولانا شبلی نعمانی (مصنف سیرت النبی) کا کہنا ہے کہ

" مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت ہی متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجر اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالمِ دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اس احقر (شبلی) نے بھی آپ کی متعدد کتابیں دیکھی ہیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی دیکھی ہیں اور نیز یہ کہ مولانا صاحب کی زیر سرپرستی ایک ماہوار رسالہ "الرضا" بریلی سے نکلتا ہے جس کی چند سطور بغور و خوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں"۔

(رسالہ الندوہ اکتوبر ۱۹۱۴ء ص ۱۷ بحوالہ امام احمد رضا بریلوی اکابر کی نظر میں ص ۲۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب دیوبندی کا کہنا ہے کہ

" مولانا احمد رضا کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بڑے

خدا شوق دے تو یہ کتابیں پڑھیں

نام کتاب	مصنف	قیمت	نام کتاب	مصنف	قیمت
آئینہ حق	علامہ ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب	۷ روپے	آئینہ موت	مولانا سائیں الفریدی	(زیر طبع)
فیوضات فریدی	″	۸ ″	شعبان المعظم	مولانا قاسم الرضوی	۲ روپے
شہباز قدس	″	۳ ″	آنسو	″	(زیر طبع)
کلمات طیبات	″	۳ ″	امام اہلسنت	″	″
حضور الحرمین	″	(زیر طبع)	شب اسریٰ	″	″
انوار نظامیہ	میاں سربلند خاں نظامی	″	خواجہ غریب نواز	″	″
حقیقت تقویٰ	مولانا سید یامن حسین شاہ صاحب	″	رد فتاویٰ میلاد شریف	″	″
الدرر السنیہ (عربی)	مترجم ″	″	حج و قربانی	″	″
اعلیٰحضرت اور عشق رسول	مولانا ″	″	تحفۂ معراج	″	″
شہسوار لامکاں	مولانا سائیں الفریدی	ڈیڑھ روپیہ	الزکوٰۃ	″	″
آفتاب چشت	″		ڈھول کا پول	″	″
گلستان اولیاء	″	(زیر طبع)	۹ اہم فتوے	جناب نعیم طاہر	″
گلستان فریدی	″	″	نائب غوث	محمد حنیف ازہر	″
آئینہ نماز	″	″			

ناشر مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ گول چکر ساہیوال